OPEN ACCESS: http://theislamicculture.com

The Islamic Culture
Bi-Annual Research & Refereed Journal
Published by
Sheikh Zayed Islamic Centre,
University of Karachi
الثقافة الإسلامية
SZIC
ISSN (Print) : 1813-775X
ISSN (Online) : 2663-1709

سر سید احمد خان کی تعلیمی خدمات کی روشنی میں جدید تعلیم کا معیار اور اہمیت

Standards of Modern education in the light of Educational Services of sir Syed Ahmad khan

*ڈاکٹر شاہینہ کوثر
اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ صادق کالج، ویمن یونیورسٹی، بہاولپور
**پروفیسر ڈاکٹر فریدہ عظیم لودھی
ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز، جناح یونیورسٹی، کراچی

Dr. Shahina kausar,
Assistant professor, govt. Sadiq college women university Bahawalpur
Prof Dr Farida Azim Lodhi
Dean Faculty of Social Sciences. Jinnah University For Women Nazimabad Karachi

Abstract:

Sir Sayyad Ahmad Khan was one of the most prominent personalities of the Muslim era who devoted his life to the cause of nation building and edification of the people of the sub-continent. The time of Sir Sayyad Ahmad Khan was a very troubled era for the Muslims dwelling in the sub-continent. He left no stone unturned in his endeavor for the preservation and spread of education. He made it the sole aim of his life and hence devoted it completely towards that end.He thought it better for the Muslims to tackle the situation through education and cooperation. He emphasized the importance of modern education, especially English Studies, for the Muslims. In this connection he

took practical steps by founding the Aligarh College and starting the movements like the All India Mohammadan Educational Conference. He also used his writings to develop the Muslim consciousness by producing works like *Tahzib al Akhlaq*, *Asbab Baghawat-e-Hind*, etc. Through his writings he also attempted to bridge the gulf between the Muslims and their British rulers. These institutions, societies, and writings awoke the Muslim consciousness and brought them back to a cultural vitality by giving them a hope of freedom. These institutions set up by Sir Syed later produced such figures who played a leading role in the Pakistan Movement and finally got independence from the British rule.This article aims at discussing that struggle and particularly the steps taken by Sir Sayyad Ahmad Khan in his struggle to cause of nation building and edification of the people of the subcontinent.

Key Words: Sir Sayyad Ahmad Khan, Nation building, Sub continent, edification of people.

سرسید احمد خان (۱۸۹۸ء۔۱۸۱۷ء) برصغیر پاک وہند کی اہم شخصیات میں سے ہیں جنہوں نے اپنی تمام زندگی برصغیر معاشرے کی تعمیر وتشکیل میں صرف کردی۔ آپ نے برصغیر معاشرے کی تعمیر کے لئے نہ صرف مذہبی اور سیاسی میدان میں بلکہ قومی اور تعلیمی محاذ پر بھی ایک عظیم مفکر و مبلغ کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں ہیں۔ خاص طور پر آپ کے کارہائے نمایاں میں تعلیم و تعلم، تصنیف و تا لیف اور تعلیمی اداروں کے قیام و استحکام میں منفرد مقام رکھتا ہیں۔ خصوصاً ایسے حالات میں جب عیسائی مشنری اور مبلغین اس خطے میں عیسایت کی تبلیغ کے ذریعے مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کر رہے تھے۔ مزید براں برطانوی اقتدار مسلمانوں کو زندگی کے ہر میدان میں پستی کی جانب بڑی تیزی کے ساتھ دھکیل رہے تھے۔ سرسید احمد خان نے بڑی غائر نظر سے حالات کے گردوپیش کا جائزہ لیا اور برصغیر معاشرے کے افراد کی تشکیل و تعمیر کے لیے ملک کی بدلتی مذہبی، معاشرتی اور علمی حالات کو اس وقت کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے کوشاں ہوئے۔ سرسید احمد خان نے ایک ایسی عظیم علمی تحریک کا آغاز کیا جس کے ذریعے مسلمانوں کی فکر میں انقلاب برپا کر دیا گیا اور آپ مسلمانوں کے نجات دہندہ ثابت ہوئے۔ بعد میں یہی تحریک خطے کے مسلمانوں کو منزل مقصود تک پہنچانے کا باعث ثابت ہوئی۔ جس کے نتیجے میں تحریک آزادی کے اکثر راہنما بالواسطہ یا بلا واسطہ سرسید احمد خان کی فکر اور علی گڑھ

تحریک سے متاثر ہوئے۔ زیرِ نظر مقالہ میں برصغیر معاشرے کے افراد کی تعمیر و تشکیل میں سر سید احمد خان کی علمی خدمات، جدید تعلیم اور اس کی اہمیت اور معاشرے پر ان کے اثرات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

تعارف:

سر سید احمد خان برعظیم پاک و ہند کے عظیم رہنما، مصلح اور منصف مانے جاتے ہیں۔ آپ تحریک علی گڑھ کے روح رواں اور علی گڑھ یونیورسٹی کے بانی بھی ہیں۔ آپ دہلی میں ایک درویش شخص میر تقی بن سید ہادی کے ہاں ۱۷ اکتوبر ۱۸۱۷ء میں پیدا ہوئے۔ سید صاحب کی تربیت میں ان کی والدہ کا بڑا حصہ ہے۔ بچپن میں آپ کو گھر میں مذہبی ماحول ملا۔ ان دنوں دہلی میں اسلامی علوم کے دو بڑے مراکز تھے۔ ایک شاہ عبد العزیز کا مدرسہ، دوسرا مرزا مظہر جان جاناں کے جانشین شاہ غلام علی کی خانقاہ۔ سید صاحب نے دونوں سے فیض حاصل کیا۔ ہندسہ اور ریاضی کی تعلیم اپنے ماموں زین العابدین خاں اور طب کی تعلیم حکیم غلام حیدر سے حاصل کی۔(۱) آپ کی عمر بائیس سال تھی جب آپ کے والد کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد آپ اپنے ماموں کے پاس رہے اور مختلف جگہوں پر ملازمت کی۔ سر سید احمد خان کی زندگی کو سمجھنے کے لئے تین ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ وہ منصف بھی تھے، مذہبی و علمی قائد اور قومی اور سیاسی رہنما بھی رہے۔

۱۸۶۷ء میں منصفی کا امتحان پاس کر کے آپ مین پوری میں جج بن گئے اور پھر ترقی کرتے ہوئے "جج سمال کاز" (منصب عدالت خفیفہ ہو گئے)۔ اس حیثیت سے فتح پور سیکری، دہلی، رہتک، بجنور، مراد آباد، غازی پور، علی گڑھ اور بنارس میں تھوڑا تھوڑا عرصہ رہے اور ۱۸۷۹ء میں انگلستان بھی گئے۔ ۱۸۷۶ء میں ملازمت سے علیحدہ ہو کر اپنے مشن کی تکمیل کے لئے علی گڑھ میں مقیم ہو گئے۔(۲)۔ آپ کو حکومت برطانیہ نے "سر" کا خطاب بھی دیا، ۱۸۷۸ء میں امپریل کونسل کے رکن نامزد ہوئے۔ ۱۸۸۲ء میں ایجوکیشن کمیشن کے رکن بنے، ۱۸۸۷ء میں پبلک سروس کمیشن کے رکن نامزد ہوئے، ۱۸۸۸ء میں کے سی ایس آئی کا خطاب ملا۔ منصفی کے دور میں انہوں نے کئی کتابیں تصنیف کیں۔ انتخاب الاخوین یعنی قواعد دیوانی کا خلاصہ، قول متین اور ابطال حرکت زمین، تسہیل فی جر ثقیل۔(۳)، رسالہ بغاوت ہند۔(۴) اور آثار الصنادید۔(۵) وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ آئین اکبری اور تاریخ فیروز شاہی کی تصحیح کی۔ تزک جہانگیری کو شائع کرایا۔ تاریخ سرکشی بجنور (۶) کو مرتب کیا۔ مذہبی تصانیف میں سید صاحب زیادہ تر شہید بریلوی اور شاہ اسماعیل شہید سے متاثر نظر آئے۔ چنانچہ انہوں نے رسالہ "راہ سنت و بدعت" (۱۸۵۰ء) طریقہ محمدیہ کی تائید اور اہل تقلید کی تردید میں لکھا۔

مور کی کتاب "لائف آف محمد" کے جواب میں "خطبات احمد یہ" (۱۸۷۰ء) میں تصنیف کی۔(۷) اس کے بعد تفسیر القرآن لکھی جو نا مکمل رہی اور اس دار فانی سے رخصت فرما گئے۔ آپ نے رسالہ "تہذیب الاخلاق" کا اجراء بھی کیا۔(۸)

بحیثیت قومی اور سیاسی رہنما سر سید احمد خان کا کارنامہ تعلیمی تحریک ہے جو تحریک علی گڑھ کے نام سے مشہور ہوئی۔ سید صاحب مسلمانوں کے مسائل اور پسماندگی کی وجہ ان کی جدید تعلیم سے دوری سمجھتے تھے، اس لیے لندن سے واپسی پر انہوں نے تعلیم کی اہمیت پر زور دیا، اس موضوع پر مضامین لکھوا کر ایک درس گاہ کا آغاز کیا۔ مئی ۱۸۷۵ء میں علی گڑھ میں ایک مدرسے کا افتتاح ہوا۔ دو سال بعد یعنی جنوری ۱۸۷۷ء میں اسے کالج کا درجہ ملا اور اگلے برس یہاں کالج کی تعلیم شروع ہو گئی۔ یہ ایک اقامتی مدرسہ تھا جس میں ہوسٹل بھی تھا اور اس میں طلباء کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت بھی کی جاتی تھی۔ کہنے کو یہ مدرسہ تھا لیکن بعد میں یہی مدرسہ ایک اہم سیاسی مرکز بن گیا، جس میں سید صاحب سیاسی امور کے رہنما تھے۔ سر سیّد کی سیاسی خدمات قابل ذکر ہیں۔ آپ نے مسلمانوں کے علیحدہ سیاسی حقوق کے لیے جو لوگ تیار کئے ان کی تربیت علی گڑھ کالج ہی میں ہوئی تھی۔ اگر چہ یہ کالج بڑے بڑے علماء تیار نہ کر سکا جیسا کہ سر سید نے کہا تھا کہ فلسفہ ہمارے دائیں ہاتھ میں ہو گا، نیچرل سائنس ہمارے بائیں ہاتھ میں اور کلمہ کا تاج سر پر ہو گا۔ لیکن یہاں سے ایسے طلباء تربیت پا کر نکلے جو سیاسی میدان کے ماہر ثابت ہوئے۔(۹)۔ ۲۷ مارچ ۱۸۹۸ء میں علی گڑھ میں سر سید احمد خان کی وفات ہوئی۔

سر سید احمد خان کی تعلیمی خدمات اور برطانوی اقتدار

ہندوستان میں برطانوی حکومت کے واضح اثرات ۱۷۵۷ء میں سراج الدولہ کی شہادت کے بعد بہت ہی واضح ہو گئے تھے اور دلی کی حکومت سے بنگال میں ٹیکس کی وصولیابی کی اجازت حاصل کرنے کے بعد اقتدار کی قانونی حیثیت حاصل ہوئی تھی۔ اس کے بعد وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ برطانوی حکومت پھیلتی گئی اور ۱۸۵۷ء میں مکمل فتح حاصل کر کے سارے برصغیر پاک و ہند کے سیاہ و سفید کے مالک بن گئے۔ لیکن برطانوی حکومت کو ہمیشہ اپنے زوال کا اندیشہ رہا اور یہ اندیشہ خصوصا مسلمانوں کے مذہبی تعلیمی اداروں سے پیدا ہو رہا تھا۔ انہیں اس بات کا احساس تھا کہ مسلمانوں میں اس وقت تک بیداری قائم رہے گی جب تک کہ ان کے مدرسے اور تعلیمی ادارے قائم ہیں۔ پورے ہندوستان میں مسلمانوں کے تعلیمی ادارے قائم تھے اور عیسائیت اس وقت تک فروغ نہیں پا سکتی تھی،

جب تک مسلمانوں کے دینی ادارے قائم تھے، متعصب انگریز حاکموں نے ایسے قوانین کا نفاذ کرنا شروع کیا جس سے مسلمانوں کی تعلیمی و مذہبی ترقی میں دشواریاں پیدا ہونے لگیں۔ لارڈ بنٹنگ نے مسلمانوں کی تعلیم کے فروغ میں سب سے پہلے یہ رکاوٹ پیدا کی کہ مدرسوں کے اوقاف کے لیے حکومت سے تصدیق نامہ حاصل کیا جائے۔ اس حکم سے امراء کی سرپرستی اور امداد کو روکنا تھا اور مسلمانوں کی دینی تعلیم کو محدود کرتا تھا۔ لیکن اس حکم سے خاطر خواہ نتیجہ بر آمد نہ ہو سکا تو اس نے ۱۸۲۸ء میں ضابطہ نمبر ۳ جاری کیا جس کی رو سے مسلمانوں کے اوقاف ضبط ہونے لگے۔ جس کی وجہ سے مکتب و مدرسے بری طرح متاثر ہوئے اور مالی دشواریاں پیدا ہونے لگیں۔ یہاں تک کہ مالی امداد نہ ہونے کی وجہ سے مدرسے بند ہونے لگے۔ دوسری طرف عیسائیت کے فروغ کے لیے انگریزوں نے اپنی تعلیمی اداروں میں بائبل کی تعلیم جاری کر دی اور غیر عیسائیوں کو مختلف محرکات کا لالچ دے کر عیسائی تعلیم کا گرویدہ بنانے کی کوشش کرنے لگے۔(۹) انگریزوں نے عوام کے مطالبہ کے ڈر سے تعلیم کا بندوبست تو کیا لیکن اپنے تعلیمی اداروں میں اپنا نصاب تعلیم پڑھاتے اور خصوصاً عیسائیت کی تبلیغ کرتے رہے۔ ایس ایم ناز سرسید کے جذبات کی عکاسی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> "سرسید احمد خان نے اپنے گردوپیش کے حالات کا بغور جائزہ لیا اس وقت برصغیر میں مسلمانوں کی حالت کیا تھی اس کے متعلق وہ خود ہی کہتے ہیں کہ یہ بدبختی کا وہ زمانہ ہے جب ۱۸۵۷-۵۸ میں ہندوستان کے مسلمانوں پر گزرا کوئی آفت ایسی نہیں ہے جو اس زمانے میں نہ آئی ہو اور یہ نہ کہا گیا ہو کہ مسلمان ہونے کی گواہی رام دین اور ماتا دین ہی نے کی ہو چنانچہ اس وقت کے مسلمانوں کی زبوں حالی سرسید احمد خان کے پیش نظر تھی۔ قدرت نے آپ کے دل میں دردمندی کے جذبات عطا فرمائے تھے اور ان کی آمد مسلمانوں کیلئے کسی معجزے سے کم نہ تھی"۔(۱۰)

مسلمان امراء نے مسلمان بچوں کی تعلیم کے لیے جو جائیدادیں وقف کی تھیں ان کو حکومت نے ضبط کر لیا اور کسی قسم کی کوئی رقم مسلمانوں کی تعلیم کے لیے نہیں دی گئی۔ اسکولوں اور کالجوں میں جو تعلیمی نصاب پڑھایا جاتا تو اس میں مسلمانوں کی دل شکنی کا مواد شامل ہوتا تھا۔ کتابوں میں اسلام اور رسول پاک ﷺ پر مواد بہت ہی نامناسب پیش کیا جاتا تھا۔ غرضیکہ مسلمانوں کی تعلیم کے لیے کوئی تسلی بخش انتظام تھا۔ مسلمانوں کا اپنا کوئی نظام تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے مذہبی اقدار ختم ہو رہی تھیں۔ لوگ بد اخلاقی اور بے راہ روی کا شکار ہو رہے تھے اور عیسائیت کے چنگل میں پھنس رہے تھے لہذا ضروری تھا کہ مسلمان اپنی تعلیم کے لیے کوئی جدوجہد کریں۔ خود کوئی تعلیمی تحریک چلائیں اور اپنے مذہب و ثقافت کو فروغ دیں۔ ان اسباب اور نامساعد حالات کے تحت برطانوی عہد میں مسلمانوں کے تین

حلقوں نے تعلیمی تحریکوں اور علمی جدوجہد کا آغاز کیا۔ ان علمی و تعلیمی اور مذہبی تحریکوں میں سید احمد بریلوی، مولا محمد قاسم نانوتوی اور سر سید احمد خان کے نام قابل ذکر ہیں۔ عبید اللہ فہد فلاحی سر سید کی قومی حمیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

" سر سید احمد خان نے جس ماحول میں آنکھیں کھولیں مسلمانوں کے سیاسی، معاشی، تعلیمی، اور سماجی پسماندگی کا دور تھا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی نے مسلمانوں کو مایوس اور شکستہ خاطر کر دیا تھا، قومی امنگ جوش و خروش بلندی و برتری اور ترقی و کامرانی کا تصور کوسوں دور تھا۔ انگریزوں سے نفرت اور انگریزی تعلیم و تہذیب سے دوری کی وجہ سے وہ حکومت کی نوازشات اور کرم فرمائیوں سے محروم تھے، اس ماحول میں سر سید احمد خان نے مسلمانوں کے اندر ہمت پیدا کی ان کو کام کرنے اور آگے بڑھنے پر ابھارا، ناامیدی میں امیدوں کا چراغ جلایا ،انہوں نے بڑے اخلاص سے اور دردمندی سے مسلمانوں کے افلاس کو دور کیا"۔(۱۱)

ڈاکٹر صفدر محمود مسلمانوں کی زبوں حالی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"انگریزوں کے نزدیک مسلمانوں کی کڑی نگرانی نہایت ضروری تھی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مسلمان کسی وقت بھی مزاحمت پر آمادہ ہوسکتے ہیں اور ان کے پاس اپنی نوزائیدہ حکومت کے فروغ اور استحکام کا ایک ہی راستہ تھا کہ مسلمانوں کو کمزور کر دیا جائے دوسری طرف ہندوؤں نے اجنبی راج کو کھلے دل سے خوش آمدید کہا کیونکہ انگریز حکومت ان کے لئے آقاؤں کی تبدیلی تھی جیسا کہ رام گوپال نے لکھا ہے ہندوؤں نے ایک بے پایاں احساس مسرت کے ساتھ کاروبار مملکت میں شرکت کی اور انگریز کو رہنما اور محسن گردانتے لگے۔ انہوں نے مسلمانوں کو بھرپور دبانے کیلئے انگریزوں کا ساتھ دیا یہی وجہ ہے کہ ۱۸۵۷ء کے واقعات کا تمام نزلہ مسلمانوں پر گرا۔ جو بہر ضرورت عضو ضعیف تھے"۔(۱۲)

سر سید احمد خان کی تعلیمی کاوشیں

سر سید احمد خان نے برصغیر معاشرے کی تشکیل نو کے لیے ان میں علمی، تعلیمی، سماجی اور سیاسی فکر کو بیدار کیا اور ان میں جدید تعلیم کی تحصیل کا شوق پیدا کیا تاکہ مسلمان دوسری قوموں سے پیچھے نہ رہ جائیں اور وہ بھی تعلیم حاصل کر کے اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کر لیں۔ پروفیسر انوار ہاشمی سر سید احمد خان کی تعلیمی خدمات پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"سر سید احمد خان تعلیم کے ذریعے مسلمانوں کو بدلتے ہوئے حالات کی ضروریات سے روشناس کرانا چاہتے تھے تا کہ مسلمان خود کو وقت کے تقاضوں کے مطابق بنالیں اور قدامت پسندی کی تاریکیوں سے نکل کر روشنی میں آ جائیں اور برصغیر پاک وہند میں رہائش پذیر دیگر اقوام کے مقابلہ میں کھڑے ہو سکیں۔ اس لئے سر سید احمد خان نے مسلمانوں کو جدید تعلیم سے واقف کرانے کیلئے ایک تحریک شروع کی جو تاریخ میں علی گڑھ تحریک کے نام سے مشہور ہے"۔(۱۳)

سر سید احمد خان ایک بہترین مفکر تھے۔ آپ نے اپنی قوت فکر و عمل سے مسلمانوں کے خیالات میں انقلاب برپا کر دیا جس کی عمدہ مثال علی گڑھ تحریک ہے۔ علی گڑھ تحریک کی روح تعلیمی اصلاح تھی۔ درحقیقت تحریک کا بنیادی مقصد یہی تھا کہ مسلمانوں کے جملہ مسائل کا حل تعلیمی اصلاح میں ہے۔ آپ کی تعلیمی اور علمی خدمات اس زمانے کے حالات کا تقاضہ تھا۔ اس زمانے میں اس بات کی شدید ضرورت تھی کہ مسلمانوں کی حالت بہتر کر کے ان کو ترقی کی طرف راغب کیا جائے۔ ان میں کچھ کرنے کا حوصلہ پیدا کیا جائے اور دوسری قوموں کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو بھی جدید علوم خصوصا انگریزی زبان و ادب کی تعلیم کی طرف راغب کیا جائے۔ جنگ آزادی کے واقعات نے برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں کو شدید متاثر کیا تھا۔ مسلمانوں کو جانی ومالی قربانیاں بھی دینا پڑیں اور انگریزوں کے ظلم وستم بھی سہنے پڑے۔ انگریزوں نے مسلمانوں کو باغی تصور کر لیا تھا۔ اس لیے ان کو ہر طرح سے پریشان کیا گیا اور ان پر ترقی اور خوشحالی کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے تھے۔ سر سید احمد خان نے مسلمانوں کی خستہ حالی اور اقتصادی بدحالی کو محسوس کیا اور ان کے لیے کچھ کرنے کی فکر میں مصروف ہو گئے۔ چنانچہ آپ نے سب سے پہلے مسلمانوں کے خلاف انگریزوں کو جو غلط فہمی تھی اس کو دور کرنے کے لیے جنگ آزادی کے اسباب پر ایک رسالہ اسباب بغاوت ہند تحریر کیا جس کے ذریعے کافی حد تک انگریزوں کی غلط فہمیاں دور ہو گئی تھیں۔ اس کے بعد سید صاحب نے مسلمانوں کو انگریزی تعلیم کی طرف متوجہ کیا۔ سر سید احمد خان نے علی گڑھ تحریک میں تعلیم پر بہت زور دیا۔ آپ نے متعدد تعلیمی ادارے قائم کیے۔ جن میں ۱۸۵۹ء مراد آباد میں اسکول، ۱۸۶۳ء میں غازی پور میں اسکول، ۱۸۷۳ء میں ایم۔ اے۔ او اسکول علی گڑھ، ۱۸۷۷ء میں ایم۔ اے۔ او کالج علی گڑھ وغیرہ شامل ہیں۔ ۱۸۸۱ء میں ایم۔ اے۔ او کالج علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ بن گئی۔

مدرسہ مراد آباد:

۱۸۵۹ء میں سر سید احمد خان نے ایک فارسی مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ جس میں ذریعہ تعلیم فارسی زبان میں تھا۔ یہ مدرستہ جلد ہی وہاں تحصیل مدرسے میں تبدیل ہو گیا۔ زمانہ نہایت نازک تھا۔ خیالات ظاہر کرنے کی آزادی مطلق نہ تھی۔ مارشل لاء کا دور تھا اور حاکموں کی زبان

ہی قانون تھی۔ یہ حقیقت اہم ہے کہ آپ نے حکومت کو مشورہ دیا کہ ان کے اسکول میں ذریعہ تعلیم اردو نہیں بلکہ انگریزی ہو۔ آپ کو اردو سے جس قدر محبت تھی اس سے ہم اچھی طرح واقف ہیں تاہم آپ کی خواہش تھی کہ مسلمان بھی جدید علوم کا مطالعہ انگریزی زبان میں کر کے ترقی کریں۔

غازی پور اسکول:

۱۸۶۳ء میں غازی پور میں ایک اور اسکول قائم کیا جس میں ذریعہ تعلیم انگریزی، فارسی، عربی اردو اور سنسکرت تھا۔ اسی دوران آپ نے مسلمانوں کی تعلیم و تدریس کے لیے مزید کوششیں کیں اور مغربی علوم کی کتابوں کے تراجم کے لیے ایک سائنٹیفک سوسائٹی قائم کی۔

سائنٹیفک سوسائٹی کا قیام:

سائنٹیفک سوسائٹی کا قیام دراصل آپ کے لیے اپنے ہم وطنوں کی بھلائی کی تدبیر کا ایک اہم پروگرام تھا۔ آپ کا خیال تھا کہ ملک میں علوم جدیدہ کی عام اشاعت اس وقت تک ممکن نہیں ہو سکتی جب تک علمی کتابیں دیسی زبان میں ترجمہ نہ ہو جائیں۔ پروفیسر انوار ہاشمی لکھتے ہیں:

> "سر سید احمد کے رسالہ تہذیب الاخلاق کا ذکر کرتے ہوئے سر سید کی زبانی اس کا مقصد یہ بیان کرتے ہیں، تہذیب الاخلاق خصوصی اہمیت کا حامل ہے یہ رسالہ سر سید کے ترقی پسندانہ خیالات کا آئینہ دار تھا اور ان کی علی گڑھ تحریک کا علمبردار بھی تھا تہذیب اخلاق کا مقصد بیان کرتے ہوئے سر سید لکھتے ہیں۔ تہذیب الاخلاق کا نکالنا بھی ایک نیک ولولہ تھا اس کا اصلی مقصود قوم پر اس کی دینی اور دنیوی ابتر حالت کا جتلانا اور سوتوں کو جگانا بلکہ مردوں کو اٹھانا اور بند سڑے پانی میں تحریک کا پیدا کرنا تھا یقین تھا کہ سڑے ہوئے پانی کو ہلانے سے زیادہ بدبو پھیلے گی مگر حرکت میں آجانے سے پھر خوشگوار ہو جانے کی توقع ہوتی ہے اور رسالہ کی وجہ سے قوم میں ایک نئی زندگی پیدا ہو گئی"۔(۱۴)

سید صاحب کے ذہن میں ایک جامع تعلیمی پروگرام تھا۔ دراصل یہ سوسائٹی ترجمہ سوسائٹی تھی۔ اس کے اغراض و مقاصد میں مغربی لٹریچر کا ترجمہ کر کے اہل ہند کو موجودہ سائنسی اور صنعتی علوم سے بہرہ ور کرنا تھا۔ ۱۸۶۴ء میں اس سوسائٹی کو علی گڑھ منتقل کر دیا جو علی گڑھ تحریک کی سرگرم ترجمان بن گئی۔ سوسائٹی کی بنیاد رکھنے کے لیے آپ نے ۹ جنوری ۱۸۶۴ء کو ایک اجلاس طلب کیا۔ یہ اجلاس سر سید احمد خان کے گھر پر یورپی اور مخلص لوگوں کا پہلا اجتماع تھا۔ اس اجلاس میں کرنل گراہم، جو اس وقت نازی پور میں سپرنٹنڈنٹ

آف پولیس تھے، کو سوسائٹی کا سیکریٹری مقرر کیا گیا۔ آپ کی کوشش سے ڈیوک آف آرجل نے سوسائٹی کی سرپرستی قبول کی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ ایک انگریز ڈیوک نے ہندوستانیوں کے قائم کیے ہوئے ادارے کے ساتھ اپنے نام کو وابستہ کیا ہو۔ اس سوسائٹی کا ایک اہم مقصد یہ تھا کہ ہندوستان میں ہندووں مسلمانوں اور عیسائیوں میں دوستانہ اور برادرانہ ماحول پیدا کیا جائے۔ بقول ڈاکٹر ایم۔ ایس حسین

"It further encouraged friendly inter course between Indians and Englishman"

سائنٹیفک سوسائٹی کے قیام کے دو ماہ بعد شہر کے مقامی لیڈروں نے ایک کالج کی بنیاد رکھی، جس کو ملکہ وکٹوریہ کے نام سے موسوم کیا گیا۔ وکٹوریہ کالج کے قیام میں سرسید احمد خان کے نظریات کے دو اہم پہلوؤں کی نشاندہی ہوتی ہے۔

ا۔ سرسید احمد خان ہندوستان میں عام تعلیم کی ضرورت کو محسوس کرنے لگے تھے۔

۲۔ وہ اپنی اصلی تعلیمی سرگرمیوں کو کسی خاص طبقہ تک محدود نہیں کرنا چاہتے تھے۔

اس سوسائٹی کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ آنے والا زمانہ سائنس اور ٹیکنالوجی کا زمانہ ہو گا۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ذہن میں تھی کہ ماضی میں مسلمانوں کے اپنے عروج کے زمانے میں سائنسی علوم میں ایسی شہرت حاصل کی تھی کہ ان کو اپنے فن کا امام تسلیم کیا جاتا تھا۔ بہت ساری اصطلاحات مثلاً کیمسٹری (الکیمیاء) الجبرا (الجبر والمقابلہ) اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ یہ مسلمانوں کے علوم تھے۔ مسلمانوں نے ہی سائنس میں تجربے کی اہمیت اور اسکے عملی پہلو سے جدید سائنس کی بنیاد رکھی تھی۔ اس لیے سرسید احمد خان نے اپنی قوم کے کھوئے ہوئے وقار کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے سخت محنت اور لگن سے کام کیا۔

علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ:

سائنٹیفک سوسائٹی کی عمارت اور تنظیم کو مکمل کرنے میں کم و بیش دو سال صرف ہوئے۔ اس سے فارغ ہو کر آپ نے ایک اور اہم قدم اٹھایا۔ سرسید احمد خان نے حاکم و محکوم میں دوستی اور یگانگت کی فضا ہموار کرنے کی خاطر ایک اخبار بنام "سائنٹیفک سوسائٹی اخبار" یا "علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ" مارچ ۱۸۶۶ء میں اردو اور انگریزی زبان میں جاری کیا۔ اس طرح سرسید احمد خان نے عوام اور حکام کو ایک دوسرے کے قریب لانے اور باہمی اختلافات اور غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے ایک مناسب اور مؤثر ذریعہ اختیار کیا۔

سرسید احمد خان نے بلا امتیاز و نسل ہندوستانی عوام کے مفاد اور ان کی مشترکہ بھلائی کے لیے کام کیا کیونکہ سرسید کے پیش نظر کسی ایک قوم بالخصوص گروہ کا مفاد نہ تھا بلکہ آپ کی خواہش تھی کہ تمام ہندو اور مسلمان مل جل کر کام کریں۔ علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ کے بارے الطاف حسین حالی فرماتے ہیں:

"یہ اخبار قوم کے تعلیم یافتہ طبقوں اور سرکاری ملازموں میں بہت جلد مقبول ہو گیا۔ کم از کم ہندوستان میں آپ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس اخبار نے لوگوں کے خیالات میں تبدیلی پیدا کر دی اور ان کی معلومات کے معیار کو بلند کر دیا۔ جلد ہی کی ایک کثیر الاشاعت اخبار بن گیا۔ یہ خیال کرتے ہوئے کہ وہ زمانہ تھا جب کہ عام طور پر انگریز حکام کے دلوں میں "غدر" کے انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی گزٹ کے مضامین انتہائی جرات مندانہ ہوتے تھے۔ انگریزی حکومت کی وفاداری اور اطاعت اس اخبار کے نصب العین کا حصہ تھا۔ لیکن انفرادی اور اصولی طور پر جب بھی سرسید احمد خان نے ضروری سمجھا انگریزوں کی حرکات اور حکومت کی پالیسی پر کڑی تنقید کی۔ سرسید احمد خان اخبار کو اعلیٰ رکھنے کا بہت خیال رکھتے تھے اور اس میں وہ بڑی حد تک کامیاب بھی رہے۔ یہ آپ کا معمولی کارنامہ نہیں بلکہ ۳۲ سال کی طویل مدت میں بھی ایسا نہیں ہوا کی شدید مالی مشکلات کے باوجود اخبار وقت پر نہ نکلا ہو۔ اس اخبار نے مسلم عوام کے معاشرتی، سیاسی خصوصاً تعلیمی مسائل کے حل میں ایک اہم اور تاریخی کردار ادا کیا۔"

عبید اللہ فہد فلاحی سرسید کی جدید تعلیم تاریخ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"سرسید مرحوم نے سوچا کہ انگریزی تہذیب و تعلیمی اور سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقیات سے مذہب کو ہم آہنگ نہ کیا گیا، تو مذہب کا وجود خطرے میں ہے انہوں نے محسوس کیا کہ زمانے کی تبدیلیوں اور انقلابات کا تجزیاتی مطالعہ ہونا چاہئے، یورپ کی ترقی کا بغور مشاہدہ ہونا چاہئے اور انہیں مذہب کے مطابق اور ہمساز بنانے کو کوشش ہونی چاہئے نہ کہ ہم شتر مرغ کی طرح آنکھیں موندھ کر زمانے کے طوفان سے صرف نظر کر لیں۔ انگریزی تعلیم ترویج پائے گی تو مسلمانوں کے مذہب اور عقائد پر زبردست زد پڑے گی نوجوان انگریزی تعلیم پانے کے بعد مذہبی عقائد کو لغو اور بے کار سمجھنے لگیں گے اس لئے اگر ہمیں مذہب عزیز ہے تو ایک نیا علم الکلام تیار کریں اس لئے کہ اس وقت دینیات کی جو کتابیں موجود ہیں وہ مطلوب مقصد کیلئے ناکافی ہیں"۔(۱۵)

تہذیب الاخلاق:

سرسید احمد خان نے انگلستان کا سفر اپنے بیٹے سید محمود کو اسکالرشپ ملنے کے بعد اختیار کیا۔ مالی مشکلات کے باوجود سرسید نے اس دور دراز سفر کے لیے مصمم ارادہ کیا۔ اپریل ۱۸۶۹ء میں بنارس سے روانہ ہوئے۔ سرسید احمد خان کی یہ دلی خواہش تھی کہ علوم جدید اور نئی ایجادات کا مطالعہ بالکل قریب سے کیا جائے۔ چنانچہ آپ کی یہ نیک خواہش پوری ہوئی۔ آپ سترہ ماہ انگلستان میں مقیم رہے۔ سرسید احمد

خان نے قیام انگلستان کے دوران قوم کی فلاح و بہبود اور معاشرتی اور تعلیمی اصلاح کے لیے تعمیری پروگرام مرتب کیے۔ لندن سے واپسی کے بعد ۲۴ دسمبر ۱۸۷۰ء میں رسالہ "تہذیب الاخلاق" کا پہلا شمارہ شائع ہوا۔ اس رسالہ کا پلان اور سرورق لندن میں تیار کیا گیا تھا۔ یہ رسالہ جلد ہی علی گڑھ تحریک کا ایک اہم ستون بن گیا۔ اس اخبار کے ذریعے جدید علوم کی افادیت سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا مقصود تھا تاکہ انکے ذہنوں سے مغرب تعلیم سے متعلق تعصب دور ہو سکے۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کو ان کا شاندار ماضی اور قیمتی ورثہ یا دلانا تھا۔ سرسید احمد خان کی زندگی میں تہذیب الاخلاق کی اشاعت ایک سنگ میل ثابت ہوئی۔

محمڈن اینگلو اورینٹل اسکول کا قیام:

فروری ۱۸۷۳ء میں یہ طے پایا کہ بہت جلد ایک مدرسہ ماتحت مدرسہ العلوم مجوزہ قائم کیا جائے۔ اس اسکول کا انتظام مولوی سمیع اللہ خان، سیکریٹری علی گڑھ سب کمیٹی کو کرنا پڑا۔ انہوں نے یہ کام بڑی عمدگی سے انجام دیا۔ چنانچہ سر ولیم مور نے ۲۴ مئی ۱۸۷۵ء کو اس اسکول کا باقاعدہ افتتاح کیا۔ یکم جون کو جماعت بندی کر کے تعلیم شروع ہو گئی۔ یہ اسکول علی گڑھ میں انگریزی طرز کا مدرسہ تھا۔ جب مدرسے کو جاری ہوئے ایک سال گزر گیا تو سرسید احمد خان کو معلوم ہوا کہ ان کو نوکری سے علیحدہ ہو کر درس کی تکمیل میں اطمینان سے کام پر توجہ دینے کی کوشش کرنی چاہیے۔ چنانچہ جولائی ۱۸۷۶ء میں آپ نے ملازمت سے کنارہ کشی اختیار کی اور وہاں سے علی گڑھ چلے آئے۔ یہاں پر آپ نے اپنی پرانی کوٹھی میں سکونت اختیار کی۔ چند ہی ماہ میں ساٹھ ستر طالب علم داخل ہو گئے اور اسٹاف کا بھی تقرر کر لیا گیا۔ پہلا ہیڈ ماسٹر ایک انگریز تھا۔ ایک سال بعد ہی یعنی ۱۸۷۶ء میں یہ طے کیا گیا کہ اسکول کو کالج میں تبدیل کر دیا جائے۔

اس عظیم درس گاہ کے قیام کے سلسلے میں سرسید احمد خان نے ایک کمیٹی برائے اشاعت و ترقی علوم مسلمانان ہند قائم کی۔ اس ادارے کی مالی مشکلات پر قابو پانے کے لیے محمڈن اینگلو اورینٹل کالج فنڈ کمیٹی قائم کی گئی۔ مولوی سمیع اللہ خان نے نہایت سرگرمی کے ساتھ بحیثیت صدر کمیٹی اپنے فرائض سرانجام دیے۔ عام مسلمانان ہند سرسید احمد خان کے مذہبی افکار سے خوش نہ تھے، اس لیے چندہ مہم میں لوگوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ نہ لیا۔ مگر سرسید احمد خان نے اپنے اثر و رسوخ اور سرکاری مدد سے چندہ جمع کرنا شروع کر دیا۔ مسلمانوں کی عدم توجہی کے باوجود چندہ جمع کرنے والی کمیٹی نے ۱۷ اکتوبر ۱۸۷۴ء تک دو لاکھ روپے نقد مع سوا تین لاکھ روپے کی املاک جمع کیں۔ آپ نے ہندوستان کے اطراف میں چندے کے لیے تحریکوں اور کوششوں کو تیز کر دیا۔ علی گڑھ دارالعلوم ہی نہیں تھا بلکہ قومی ہمدردی قومی اتحاد قومی مصالحت اور قومی مقاصد کی تحریک کا صدر مقام اور مرکز بنے گا۔ ان کوششوں کے نتیجہ میں آخرکار کالج کی آٹھ لاکھ روپے سے تیار کی گئی شاندار عمارت اپنے تکمیل کے مرحلہ کو پہنچ گئی۔ پروفیسر انوار الحق ہاشمی لکھتے ہیں:

"علی گڑھ تحریک کا مذہبی پہلو بھی تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ مسلمان علمی اور معاشرتی حیثیت سے کافی پسماندہ ہو گئے تھے، لہذا توہم پرستی اور دیگر عیوب نے مسلمانوں کے ذہن کو پراگندہ کر دیا تھا، سرسید نے مذہبی امور پر بہت کی کتابیں لکھیں اور اپنی تقریر کے ذریعے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی اسلامی نظریات ہر لحاظ سے جدید سائنسی نظریات سے مطابقت رکھتے ہیں سرسید نے عیسائی مبلغین کی تنقید کو بالکل ہی بے اثر بنا کر رکھ دیا اس سلسلے میں ان کی تصانیف خطبات احمدیہ، یقین الکلام، اور کلمتہ الحق نے کافی اہم کردار ادا کیا"۔(۱۶)

محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کا قیام:

۸ جنوری ۱۸۷۷ء کو وائسرائے لارڈلٹن نے ایم۔ اے۔ او (محمڈن اینگلو اورینٹل کالج) کا سنگ بنیاد رکھا۔ علی گڑھ تحریک کا رکن اعظم کالج تھا۔ گویا وہ ایک تجربہ گاہ تھا۔ سرسید احمد خان نے کالج کی تعمیر میں جوش و خروش سے حصہ لیا اور آخری دم تک اس درسگاہ کی ترقی کے لیے کوشاں رہے۔ تنصیب سنگ بنیاد کی اس تقریب میں جو سپاسنامہ پیش کیا گیا اس میں مقاصد اور کامیابیوں کے تذکرے کے ساتھ اس امید کا اظہار کیا گیا تھا:

> "جو آج ہم بوئیں گے اس سے ایک درخت پیدا ہو گا۔ جس کی شاخیں اس ملک کے بڑے درخت کی مانند ہوں گی۔ پھر یہ درخت زمین میں مضبوط جڑیں پڑے گا اور ان سے نئے نئے قوت دار پودے پیدا ہوں گے۔ ایک دن کالج پھیل کر یونیورسٹی ہو جائے گا۔ جس کے طالب علم اس کے چاروں طرف آزادانہ تحقیقات، حوصلہ اور عمدہ اخلاق کی بشارت دیتے پھریں گے۔"

لارڈلٹن نے اپنے جواب میں مسلمانوں کے علمی اور ادبی کارناموں کو سراہا اور امید ظاہر کی کہ اب ہندوستان کا مسلمان دوبارہ سائنس اور ادب کی طرف متوجہ ہو گا۔ یہ شاندار تقریب اور بالخصوص سپاسنامہ اور اس کا جواب تاریخی نقطہ نظر سے بہت اہم ہے۔ جنگ آزادی کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ مسلمانوں کو اپنی تعلیم کی بنیادوں کو تعین کرنا اور اعلان کرنا پڑا۔ اس میں جس چیز پر سب سے زیادہ زور دیا گیا تھا وہ دینی تعلیم اور اسلامی تعلیمات کو زندہ اور قائم رکھنا تھا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ مغربی تعلیم کے لیے درس گاہ بنائی جارہی تھی لیکن اس کے بانی سید صاحب اس درسگاہ کو دوسری درسگاہوں سے مختلف رنگ دینا چاہتے تھے۔ یعنی دنیوی امور میں بھی مسلمان تعلیم یافتہ نوجوان کو اپنے مذہب ہی سے رہنمائی حاصل کرنا ہے۔ یہی وہ خصوصیت ہے جو علی گڑھ کالج کو دوسری درسگاہوں سے ممتاز کرتی ہے۔ پروفیسر انوار الحق ہاشمی ہندو ذہنیت کے بارے میں سرسید کی رائے کے بارے میں لکھتے ہیں:

"۱۸۶۷ء سے قبل سرسید ملک اور وطن کیلئے کام کرتے رہے اور ان کا کہنا تھا کہ ہندوستان ایک ایسی حور شمائل دلہن کی صورت ہے جس کی ہندو اور مسلمان دو آنکھیں ہیں اور اس کی ساری رعنائی اور خوبصورتی کا انحصار اس کی دونوں آنکھوں کی مساویانہ چمک دمک پر ہے۔۱۸۶۷ء میں بنارس میں ہونے والی اردو کے خلاف تحریک نے سرسید کو بے حد متاثر کیا کیونکہ اس تحریک کی قیادت ہندوں کا تعلیم یافتہ طبقہ کر رہا تھالہذا سرسید احمد خان یہ رائے قائم کرنے میں حق بجانب تھے کہ ہندو اور مسلم کسی مشترکہ مقصد کیلے مل جل کر جدوجہد نہیں کرسکتے"(۱۷)

سرسید احمد خان کی تصانیفی کاوشیں:

سرسید کی تحریریں زندہ جاوید رہنے والی تحریریں ہیں۔ یہ تحریریں اس وجہ سے اہم اور جدید ہیں کہ قوم کے ایک پرستار کی تحریریں ہیں۔ بلکہ قوم سے جنون کی حد تک عشق کرنے والے کی تحریریں ہیں۔ یہ قوم سے اس کے عشق کے افسانے ہیں۔ فن جو بھی تخلیق ہوتا ہے تو اس کے لیے بہت عظیم کہلاتا ہے وہ معاشرہ، افراد دکھ سکھ اور فنکار کی زندگی کی عکاسی کرتا ہے۔ سرسید کی تمام تحریریں بھی یہی روپ لیے ہوئے ہیں۔ فطری طور پر جب انسان صداقت اور راستی کی راہ سے کسی کو پکارتا ہے اور کوئی چیز تخلیق کرتا ہے تو اس کی آواز پر یقینا لبیک کہنے والے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اس تخلیق کے چاہنے والے پیدا ہوتے ہیں۔ سچی لگن اور خون جگر سے تحریر ہونے والی تحریریں ہمیشہ عظیم کہلائیں گی اور پھر جب تحریریں جذبہ، فکر و خیال ہم آہنگ ہو جاتے ہیں تو لوگوں کے سامنے یہ باتیں نئے نئے رنگ اور نئے اسلوب میں آتی ہے۔ پڑھنے اور سننے والے کہتے ہیں کہ ان باتوں میں جدت اور سچائی ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ ان باتوں نے ہمیں چونکادیا ہے۔ سرسید نے تعلیم تہذیب، فلسفہ، مذہبی رسوم، عقائد، فکر و عمل ہر شے میں نئی باتیں اور نئے پہلو دریافت کیے۔ سرسید اس لیے ایک بلند مرتبہ اور بلند پایہ انسان کہلاتے ہیں کہ انہوں نے ہماری مقرر کردہ حد بندیوں کے جال کو توڑ دیا۔ سرسید کے مضامین قومی امنگوں کے ترجمان تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ معاشرتی تہذیبی تعلیمی اور اخلاقی روپ لیے ہوئے ہیں۔

ان کی تعلیمی، سماجی، مذہبی، علمی اور اخلاقی تحریریں اردو نثر میں ایک منفرد مقام اور شناخت رکھتی ہیں۔ سرسید کی سب سے پہلی تصنیف آثار الصنادید کے نام سے دنیا کے سامنے کتابی صورت میں آئی۔ یہی وہ تاریخی تصنیف کی جس کے بعد سرسید کا نام ایک بلند پایہ محقق اور کامیاب مصنف کی حیثیت سے اندرون اور بیرون ہند مشہور ہوا۔ اس کتاب میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی ان تاریخی عمارتوں پر جو ہندوستان میں موجود ہیں ایک تحقیق و تفصیلی کام کیا گیا تھا۔ اس کتاب کے بعد سرسید نے ایک بڑا کام یہ کیا کہ اسلام کے مشہور مفکر اور متکلم امام غزالی کی فارسی تصنیف "کیمیائے سعادت" کا اردو میں ترجمہ کیا۔ اور اس کے بعد تاریخ بجنور لکھی اور آئین اکبری کی تصحیح کی۔ ان تحریروں کے علاوہ سرسید کا ایک اور عظیم کارنامہ ہے جو خطبات احمدیہ کے نام سے مشہور ہے۔ جو سرسید نے سر ولیم میور کی

کتاب "دی لائف آف محمد ﷺ" کے جواب میں لکھی۔ علاوہ ازیں مسلمانوں کی اصلاح، تہذیب اور معاشرتی پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے لیے ایک اخبار "تہذیب الاخلاق" کے نام سے جاری کیا۔ اردو زبان اور اردو ادب پر سر سید احمد کے احسانات کو نہ ماننا بڑی ناانصافی ہوگی۔ علامہ شبلی نے اپنے مقالہ "سر سید مرحوم اور اردو لٹریچر میں تہذیب الاخلاق" پر سر سید کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"سر سید کے جس قدر کارنامے ہیں اگرچہ ریفارمیشن اور اصلاح کی گنجائش ہر جگہ نظر آتی ہے لیکن جو چیزیں خصوصیت کے ساتھ ان کیاصلاح کی بدولت ذرہ سے آفتاب بن گئیں ہیں ان میں اردو لٹریچر بھیشامل ہے۔"

سر سید احمد خان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی تقریر میں فرمایا:

"دراصل یہ جنگ فکر انسانی کی تاریخ کا ایک عالم گیر خاصہ تھی۔ یورپ میں یہ کشمکش سترھویں اور اٹھارویں صدی میں ہوئی اور مشرقی ممالک کا اس سے سامنا انیسویں صدی میں ہوا۔ ہندوں میں یہ جنگ جلد شروع ہوئی اور جلد ختم ہوگئی مگر مسلمانوں میں اس نے بہت زیادہ وقت لیا، بالآخر وہی ہوا جو ہمیشہ ہوا ہے، وقت کے تقاضے فتح مند ہوئے اور قدامت پرستی کو اپنی ہار مان لینی پڑی۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے بلاخوف وڈر کہا جاسکتا ہے کہ اس فیصلہ کن جنگ کا مرد میدان وہی شخص تھا جو اس یونیورسٹی کے ایک گوشہ میں مدفون ہے، یہ جنگ اس علی گڑھ میں لڑی گئی اور یہی علی گڑھ اس کی فتح مندی کا یادگاری مینارہ ہے"۔(۱۸)

علی گڑھ تحریک کی ضرورت واہمیت کے بارے میں عبید اللہ فہد فلاحی لکھتے ہیں:

"سر سید کی قومی خدمات محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کا قیام ۱۸۷۷ء، سائنٹیفک سوسائٹی کی تنظیم ۱۸۶۲ء اور تہذیب اخلاق کا اجراء ۱۸۵۷ء خصوصیت سے قابل ذکر ہیں ان کی تصانیف پچاس کے قریب ہیں۔ جن میں آثار الصنادید، رسالہ اسباب بغاوت ہند، تاریخ سرکشی ضلع بجنور خصوصیت سے قابل ذکر ہیں"۔(۱۹)

اس کے علاوہ سرسید نے جام جم۔ (۲۰)، جلا القلوب بذکر المحبوب۔(۲۱)، خطبات احمدیہ۔(۲۲)، رسالہ خیر خواہ مسلمانان۔(۲۳)، تبیئین الکلام۔(۲۴)، احکام طعام اہل کتاب۔(۲۵)، القرآن وہدیو الفرقان۔(۲۶)، رسالہ دربیان قدیم دیہی ہندوستان۔(۲۷)، سلسلۃ الملوک۔(۲۸)، بھی تحریر کئے۔

سر سید احمد خان کی فکر کے اثرات

سر سید احمد خان نے بر صغیر پاک ہند میں رہنے والے خواص وعام کو متاثر کر کے ان کی زندگیوں میں انقلاب برپا کر دیا۔ آپ نے بر صغیر کے معاشرے کی تعمیر کے لئے نہ صرف مذہبی اور سیاسی میدان میں بلکہ قومی اور تعلیمی محاذ پر بھی ایک عظیم مفکر و مبلغ کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں، ذیل میں ان کی فکر کے اثرات کا خلاصہ پیش کیا جارہا ہے۔

- **علمی و فکری اثرات:**

سر سید احمد خان نے علی گڑھ سے ایک ایسی علمی و فکری تحریک شروع کی جس نے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں میں جوش وولولہ بھر دیا۔ خصوصاً ایسے حالات میں جب عیسائی مشنری و مبلغین اس خطے میں عیسائیت کی تبلیغ کے ذریعے مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کر رہے تھے، مزید براں برطانوی اقتدار مسلمانوں کو زندگی کے ہر میدان میں پستی کی جانب بڑی تیزی کے ساتھ دھکیل رہا تھا۔ ایسے وقت میں آپ کے کارہائے نمایاں کو تعلیم و تعلم، تصنیف و تالیف اور تعلیمی اداروں کے قیام واستحکام میں منفرد مقام حاصل ہوا۔ انگریزوں نے اپنے مفادات کیلئے سابقہ مسلمانوں کے نظام تعلیم کو بدل کر اپنے مفادات اور مقاصد کے تحت نیا نظام تعلیم متعارف کرایا، جس کے نتائج مسلمانوں کیلئے ناصرف نقصان دہ بلکہ ان کے وجود کیلئے خطرہ ثابت ہوئے۔ اس سوچ کے پس منظر میں ماہرین کی رائے بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر عبد الرشید ارشد لکھتے ہیں:

> "انگریزوں نے جب بر صغیر پاک وہند کے مختلف علاقوں پر قبضہ کرنا شروع کیا اس وقت مسلمانوں کا اتنا وسیع تعلیمی نظام موجود تھا کہ غیر تعلیم یافتہ مسلمان کا تصور نہیں کیا جاسکتا تھا، یہ نظام تعلیم واوقاف چندوں پر قائم تھا، انگریزی حکومت کی پالیسیوں کی وجہ سے اوقاف ہندوں کی ملکیت میں چلے گئے اور مسلمانوں کی مالی حالت کمزور ہو جانے کی وجہ سے وہ چندہ دینے کے قابل نہ رہے، چنانچہ مسلمانوں کی تعلیم کا نظام تباہ ہو گیا اس سے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ انگریزوں کو بر صغیر کے باشندوں کی تعلیم سے حقیقتا کوئی دلچسپی نہ تھی لیکن تعلیم کا اہتمام کرنا انگریزوں کی مجبوری بن گی۔"(۲۹)

- **قومی و تحریکی اثرات:**

سر سید احمد خان کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے، یہ اس خطہ عظیم میں جس طریق پر انہوں نے دو قومی نظریہ کا پرچار کیا اس طرح کوئی اور مسلم راہنما نہیں کر سکا۔ یہی وجہ ہے کہ تحریک آزادی پاکستان کے جس قدر راہنما علی گڑھ یونیورسٹی میں تیار ہوئے، اس قدر کوئی اور

ادارہ فراہم نہیں کرسکا۔ قیام پاکستان میں حصہ لینے والی صف اول کی قیادت کی اکثریت کا تعلق بالواسطہ یابلاواسطہ علی گڑھ اور سرسید احمد خان کی فکر سے تھااور سرسید کو ہی وہ اپنا فکری راہنما خیال کرتے تھے۔ آج بھی پاکستان کی قیادت کا فکری اساس علی گڑھ یونیورسٹی کا متعارف کرنانظام ہی ہے۔

- دینی و مذہبی اثرات

سرسید احمد خان کے تعلیمی نظریات ملت اسلامیہ کے اتحاد مسلمانوں میں ایمان و یقین کی آبیاری ملت اسلامیہ کا روشن مستقبل اور مسلمانان برصغیر کی آزادی اقدار کی بحالی بحیثیت قوم کی شناخت اور سب سے بڑھ کر انفرادی طور پر وسعت نظر اور اعلی اخلاق کا مسلمان کردار تخلیق کرنا مقصد عظیم تھا۔ آپ نے ان تمام صفات کے حصول کیلئے اسلامی معاشرہ کی اصلاح کا پروگرام اور تعلیمی اداروں میں تدریس نصاب اور تربیت افراد کے ذریعے مثالی اسلامی معاشرہ کی تشکیل پر زور دیا۔ برصغیر کے مسلمانوں کو ہمہ صفت کا حامل بنانے کیلئے جو مقاصد تعلیم متعین کئے علی گڑھ تعلیمی تحریک کے ذریعے انھیں تکمیل تک پہنچانے کی بھرپور کوشش کی ان تعلیمی مقاصد کے پایہ تکمیل تک پہنچانے کی سرسید کی کوششوں کے بارے میں سید الطاف علی بریلوی لکھتے ہیں:۔

> "ان ہر دو مقاصد کے حصول کیلئے سرسید نے ایک ملک گیر تحریک چلائی جو علی گڑھ تحریک کے نام سے موسوم ہوئی اس تحریک نے مسلمانوں میں ملی احساس قومی شعور اور اجتماعی فکر کا رجحان پیدا کیا عصری ضروریات، مغربی علوم وفنون کی اہمیت اور تعلیم جدید کی ضرورت کو سمجھایا۔ مذہب میں وسیع النظری ادب میں سلاست وصفائی اور مقصدیت اور سیاست میں زمانی و مکانی تقاضوں کالحاظ رکھا غرض کہ مذہب، سیاست، ادب، معاشرت ہر شعبہ حیات میں علی گڑھ تحریک اثرانداز ہوئی اور اس کے دائرہ فکر وعمل نے ہمہ گیر اور جامعیت اختیار کرلی۔"(۳۰)

- معاشی واقتصادی اثرات:

سید صاحب نے مسلمانوں پر زور دیا کہ مسلمانوں کو انگریز سے دشمنی کی بجائے دوستی اوران کی خیر خواہی کی پالیسی اختیار کرنی چاہیے اور حکومت برطانیہ کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے، تاکہ مسلمانوں کو بھی حکومت برطانیہ سے ایسی ہی مراعات حاصل سکیں جس طرح کی ہندو اور دوسری قومیں حاصل کررہی ہیں۔ ساتھ ساتھ انہوں نے مسلمانوں پر زور دیا کہ وہ انگریزی تعلیم حاصل کرسکیں، کیونکہ انگریزی تعلیم کے حصول سے ہی وہ دوسری قوموں کا مقابلہ کرسکتے ہیں اور ملامتوں اور دوسرے شعبوں میں اپنا حصہ وصول کرسکتے ہیں۔ سرسید

احمد خان کی یہ پالیسی بہت زیادہ کامیاب رہی اور اس سے مسلمانوں پر روزگار کے مواقع کھل گئے اور مسلمانوں کے لیے معاشی و اقتصادی ترقی کا ایک نیا دور شروع ہو گیا۔

- **مغرب کی سائنسی یلغار کے مسلمانانِ ہند پر اثرات اور سر سید احمد خان کا کردار:**

سر سید احمد خان نے جس وقت عظیم علمی تحریک کا آغاز کیا اس وقت اقوام مغرب میں سائنسی انقلاب برپا ہو چکا تھا، جس کے اثرات ہندوستان کے مسلمانوں پر بھی نمایاں تھے اور وہ سائنسی حقائق کا جواب دینے سے قاصر تھے، جس سے ایک طرف ان کا ایمان خطرے پر پڑ رہا تھا اور ساتھ ساتھ ایک عام مسلمان مغرب کی فکر اور سائنسی ایجادات سے مرعوب ہو رہے تھا۔ ایسے حالات میں عیسائی میشنری بھی مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کر رہے تھے ان کو حکومت ہند کی سرپرستی اور وافر مقدار میں سرمایہ بھی فراہم ہو رہا تھا۔ ان حالات سر سید احمد خان نے فکری افکار کا بھرپور طریقے سے جواب دیا، خواہ اس کا تعلق خواہ مذہب سے ہی کیوں نہ ہوا۔ اس سلسلے میں بعض جگہ پر وہ خود بھی انگریز سے مرعوب نظر آئے، جس کی مذہبی طور پر مسلمانوں کو بہت بڑی قیمت چکانی پڑی اور آج تک اس مرعوبیت کی اثار بھی نمایاں نظر آتے ہیں۔

- **شخصیت کی تعمیر اور علی گڑھ تعلیمی تحریک:**

اسلامی نظریاتی مملکت کے نصاب تعلیم میں بنیادی اہمیت شخصیت کی تعلیم و تربیت اسلامی اصولوں کے مطابق ہو انفرادی مٹی پر کامل ایمان، تقوی اور حقوق العباد کی اعلی تربیت و تعلیم کا شعور شخصیت کا امتیازی پہلو نظر آئے اسلام انفرادی تربیت پر زور دیتا ہے لیکن اجتماعی مفادات کے تحت اللہ تعالی اور رسول ﷺ کے احکامات پر عمل کرنے کی تاکید کرتا ہے اسلامی معاشرے کی مثال تعمیر انفرادی اعلی اخلاق و کردار سے ہوتی ہے جو اللہ کا حکم اور سنت نبوی ہے، معاشرے کی ضرورت اور انسانیت کے تحفظ کیلئے ضروری ہے آج کے دور میں تعمیر شخصیت کا کامل تصور اور ثبوت نصاب تعلیم میں قرآن و حدیث کی تدریس کے ذریعے ہی ممکن ہے اور اس سے اس قدر عملی کردار کی شخصیت اور دینی حمیت والی طبیعت انسان کا زیور ہے جو قوم اور ملت اسلامیہ کے تحفظ میں سرگرم عمل رہے آج کے تعمیر شخصیت کے نصاب پر اظہار خیال کرتے ہوئے پروفیسر مسلم سجاد لکھتے ہیں:

> "تعلیم کا مقصد یہ ہے فجور کے میلانات کمزور اور بے اثر کر دے اور تقوی کے میلانات کو اتنا طاقتور کر دے کہ انسانی سیرت کی پوری اٹھان اس کی راہنمائی میں ہوتے تزکیہ نفس کو کسی نظام تعلیم میں بطور مقصد حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ اس کی اصل حقیقت کا واضح شعور تعلیم کے ذمہ داروں کی ہر سطح پر موجود ہو تب ہی ممکن ہے

کہ اسلامی حکومت کی پالیسی کی تشکیل اور اس کے نفاذ میں اسے قرار واقعی اہمیت دی جا سکے۔ یہ ایک خالص اسلامی تصور ہے جو آج کل کی جدید فکر کے لئے جس میں اس کا کوئی نشان نہیں ملتا انقلابی تصور ہے"(۳۱)

خلاصہ کلام و تجاویز

سر سید احمد خان بر صغیر پاک و ہند کے عظیم اسکالر مفکر تعلیم اور مصلح قوم اپنی ذات میں ادارہ تھے۔ آپ کے کارہائے نمایاں میں تعلیم و تعلم تصنیف و تالیف اور تعلیمی اداروں کے قیام و استحکام میں منفرد خدمات ہیں۔ آپ نے جن حالات میں زندگی کے نشیب فراز کو طے کیا اور مستقبل کے لئے مسلمانوں کی رہنمائی کی قابل صد تحسین ہے۔ آپ کی قائم کردہ علی گڑھ یونیورسٹی آج بھی مسلمانان بر صغیر کی عظیم درس گاہ ہے۔ آپ نے جن حالات میں علی گڑھ تعلیمی تحریک کا آغاز کیا آج کے حالات سے بالکل مختلف تھے۔ انگریزوں کی غلامی کے دور میں مسلمانوں کی فکری رہنمائی آپ کا حوصلہ اور فیصلہ ہے جو نہایت قابل قدر نتائج کا حامل ہے۔ آپ کی شخصیت کے جس پہلو پر نظر ڈالی جائے اپنی خدمات کے حوالے سے منفرد نظر آئے گا، انسانی خدمت میں عظمت کا جذبہ آپ کو خاندانی وراثت سے ملا اور آپ نے اس کو حقیقت عصر کے طور پر منوایا، بر صغیر کے ہر ایک مسلمان نے جن حالات کو دور غلامی میں محسوس کیا اور مسلمانان بر صغیر کے لئے کوئی نہ کوئی خدمات انجام دی آج آزادی کے بعد ہم پر قرض ہے اور یہی ہمارا فرض ہے کہ اس فرض کی ادائیگی میں سر سید جیسے مصلح قوم کو اپنا رہنما بنائیں۔ آپ کی تحریروں سے استفادہ کریں۔ آپ کے جذبہ احسان کو حقیقت کی روشنی سے ثابت کریں۔ آپ کے تعلیمی افکار سے رہنمائی حاصل کر کے پاکستان کے تعلیمی نظام کی اصلاح کریں۔

تجاویز و سفارشات

سر سید احمد خان کا اس خطہ ارضی کے مسلمانوں پر بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے امت میں شعور بیدار کیا اور پھر علمی تحریک کے ذریعے مسلمانوں کو ان کے حقوق کے حصول کے لیے منظم جدوجہد کے لیے امادہ کیا۔ پھر یہی فکر دو قومی نظریہ کی بنیاد بنی اور مسلمانوں کے لیے ایک الگ وطن کی راہ ہموار ہوئی۔

1. سر سید احمد خان کی خدمات کے مطالعہ سے ان میں امت مسلمہ کی زبوں حالی پر درد اور خیر خواہی کا پتہ چلتا ہے اور وہ ان میں ماضی کی عظمت رفتہ بحال دیکھنا چاہتے تھے۔ یہ سب کچھ اسی وقت ممکن تھا جب قوم میں شعور بیدار ہو جائے، اسی مقصد کے لیے انہوں نے ایک علمی تحریک برپا کی۔ آج بھی اگر مسلمان ترقی کرنے چاہتے ہیں تو انہیں سر سید احمد کی علی گڑھ تحریک کی طرز پر ایک علمی تحریک برپا کرنا ہو گی تاکہ نسل نو زیور علم سے آراستہ ہو سکے اور ان میں شعور بیدار ہو جائے۔

2. یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ انسانی سطح پر جب کوئی اس طرح کی تحریک شروع ہوتی ہے تو اس میں کچھ کمزوری بھی نظر آتی ہے اور بعد میں یہ کمزوریاں خامیوں کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ سر سید احمد خان کی اس تحریک میں بھی خامیوں ہوں گی اور یقیناً ہیں، آج ہم ان کو چھوڑیں اور اچھی باتیں آئندہ کے نصاب تعلیم کا جزولازم بنا کر قوم کو ترقی کے راہ پر گامزن کر سکتے ہیں اور سر سید احمد خان کے عظیم مشن کو جاری رکھ سکتے ہیں۔

3. سر سید احمد خان کی سیرت وخدمات کے مطالعے سے یہ بات پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی ہے کہ کسی بھی طرح کے قدیم وجدید مسائل کا حل صرف تعلیم کو عام کر کے نکالا جاسکتا ہے۔ آج دنیا کی ترقی یافتہ اقوام کی ایک اہم اور بڑی وجہ وہاں کی اکثریت کا تعلیم یافتہ ہونا ہے، دوسری طرف اگر ترقی پزیر ممالک کی پسماندگی پر غور کیا جائے تو ایک بڑی وجہ تعلیم میں پیچھے رہ جانا ہے اور ایسی ہی قومیں اپنے مسائل کے حل کے لیے دوسروں کا سہارا تلاش کرتی ہے۔

4. کسی بھی قوم کے نظریات وافکار کو تبدیل کرنے کے لیے تعلیم ایک موثر ترین ذریعہ ہے۔ تعلیم سے ہی کسی قوم کو اس کے مقصد کے تعین میں مدد مل سکتی ہے اور پھر وہ دوسروں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکتی ہے۔ سر سید احمد خان کی مثال ہمارے سامنے موجود ہے۔

5. اسوقت امت مسلمہ گروہوں اور فرقوں میں تقسیم ہے اور بد قسمتی سے ہر گروہ اپنے آپکو حق پر اور دوسروں کو گمراہ خیال کرتا ہے، اس وقت چھوٹے چھوٹے مسائل ہی اہمیت اختیار کر چکے ہیں۔ اس کی بڑی وجہ تعلیم کی کمی ہے اگر علم عام ہو جائے تو بہت سے مسائل خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ یہی سر سید احمد خان کی فکر تھی اور آج بھی ان مسائل کا حل سر سید احمد خان کی فکر کو عام کرنے میں ہے۔

حواشی وحوالہ جات:

۱۔ قاسم محمود، سید۔ شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا، لاہور، الفیصل ناشران وتاجران کتب۔ (س۔ن)۔ ص:۱۵۵

۲۔ ایضا۔ ص ۱۵۶

۳۔ خان، سید احمد، قول متین در ابطال حرکت زمین۔ دہلی۔ مطبع سید الاخبار۔ (۱۸۴۸ء)

۴۔خان، سید احمد۔ اسباب بغاوت ہند۔ آگرہ، مفصلائٹ پریس۔(۱۸۵۹ء)
۵۔خان، سید احمد، آثار الصنادید۔ دہلی۔ مطبع سید الاخبار۔(۱۸۴۷ء)
۶۔خان، سید احمد۔ سرکشی ضلع بجنور۔ آگرہ، مفصلائٹ پریس۔(۱۸۵۸ء)
۷۔فلاحی، عبید اللہ فہد۔ محولہ بالا۔ ص:۲۰۸
۸۔ قاسم محمود، سید، محولہ بال۔ ص:۱۵۵
۹۔ایضاً۔ ص:۱۵۶-۱۵۷
۱۰۔ناز، ایم ایس۔ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز پرائیوٹ لمیٹیڈ۔ (۱۹۸۵ء) ۔ج:۱۔ص۱۹
۱۱۔ فلاحی، عبید اللہ فہد، تاریخ دعوت و جہاد بر صغیر کے تناظر میں، کراچی۔ فضلی سنز لمیٹڈ۔(۱۹۸۶ء)۔ص:۲۰۹
۱۲۔ محمود، صفدر۔ محولہ بالا۔ ص:۱۴
۱۳۔ہاشمی، انوار، تاریخ پاک و ہند۔ کراچی۔ بک سینٹر ملیر ٹاون شپ۔(۲۰۰۴ء)۔ص:۴۹۵
۱۴۔ایضاً۔ص:۴۹۷
۱۵۔فلاحی، عبید اللہ فہد۔ محولہ بالا۔ ص:۲۱۰
۱۶۔ہاشمی، انوار۔ محولہ بالا۔ ص۴۹۸
۱۷۔ایضاً۔ ص:۴۹۹
۱۸۔ فلاحی، عبید اللہ فہد۔ محولہ بالا۔ ص:۲۱۱
۱۹۔ محمود، صفدر۔ پاکستان کی تاریخ و سیاست۔ لاہور۔ جنگ پبلیشر سر آغاخان۔(۲۰۰۰ء)۔ص:۱۵
۲۰۔خان، سید احمد۔ جام جم۔ چھاپہ خانہ مستقر الخلافہ اکبر آباد۔ ۱۸۴۰ء
۲۱۔خان، سید احمد، جلا القلوب بذکر المحبوب، دہلی۔ لیتھوگرافک پریس۔ ۱۸۴۳ء
۲۲۔خان، سید احمد۔ خطبات احمدیہ۔ لندن۔ ٹربنر اینڈ کو۔(۱۸۷۰ء)
۲۳۔خان، سید احمد۔ رسالہ خیر خواہ مسلمانان۔ آگرہ۔ مفصلائٹ پریس۔(۱۸۶۰ء)
۲۴۔خان، سید احمد۔ تبیئین الکلام۔ پرائیوٹ پریس۔(۱۸۶۵ء۔۱۸۶۲ء)
۲۵۔خان، سید احمد۔ احکام طعام اہل کتاب۔ کانپور، مطبع نول کشور۔(۱۸۶۸ء)
۲۶۔خان، سید احمد، القرآن و ہدیو الفرقان۔ علی گڑھ۔ علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ پریس۔(۱۸۹۵ء۔۱۸۸۰ء)
۲۷۔خان، سید احمد، رسالہ در بیان قدیم دیہی ہندوستان، علی گڑھ۔ مطبع سائینٹیفک سوسائٹی۔(۱۸۷۸ء)
۲۸۔خان، سید احمد، سلسلۃ الملوک۔ دہلی۔ شرف المطابع۔(۱۸۵۲ء۔)

۲۹۔ ارشد، عبد الرشید، پاکستان میں تعلیم کا ارتقاء۔ لاہور۔ ادارہ تعلیمی تحقیق۔ (۱۹۹۵ء)۔ ص: ۳۳

۳۰۔ زبیری، محمد امین، حیات محسن، کراچی۔ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس۔ (۱۹۹۴ء)۔ ص: ۱۷

۳۱۔ سجاد، مسلم، محولہ بالا۔ ص۔ ۳۸

English reference

1.Qasim Mahmood, Syed. Shakar Islami encyclopedia . Lahore. Alfaisal nasharan o tajiran kutub.

2.Ibid

3.Khan,syed Ahmed, Quol mateen der abtal herkat zameen. Dehli. Matba syed ul akhbar. 1884.

4.Khan,syed Ahmed.asbab e baghwat e hind . Agra .mufsalight press. 1859.

5.Khan,syed Ahmed. Asar us sanadeed. Dehli, matba syed ul akhbar. 1874

6.Khan,syed Ahmed. Sarkashi zila e bajhnor , Agra . mufsalight press.1858.

7.Falahi , obaid ullaha fahad, tareekh dawat o jihad bar e sagheer k tanazur may, Karachi . fazli sons limited . 1986.

8.Qasim Mahmood, syed, .Op.cit

9.Ibid

10.Naz, MS. Muslim shaksiyat ka encyclopedia , Lahore. Sheikh gulam ali and sons private limited. 1985. V.1

11.Falahi, obaid ullaha fahad.Op.cit

12.Mahmood, Safdar.Op.cit

13.Hashmi, anwar. Tarkeekh pak o hind .Karachi .book center malir town shio. 2004.

14.Ibid.

15.Falahi, obaid ullaha fahad.Op.cit

16.Hashmi,anwar .Op.cit

17.Ibid

18.Falahi, obaid ullaha fahad.Op.cit

19. Mahmood ,safdar. Pakistan ki tareekh o siyasat . lahore. Jang publisher sir agha khan. 2000

20.Khan, Syed ahmed , jam jm , chapa khana mustaqar al khilafa akbar abdad. 1840.

21.Khan, Syed ahmed. Jila alqloob ba zikr ul almahmoob .Dehli . litho graphic press. 1843.

22.Khan, Syed ahmed. Khudbat ahmedya . London .turner and co . 1870.

23. Khan, Syed ahmed. Risala Kher khuwaha muslmanan .agra. Mufsalihgt priess. 1860.

24.Khan, Syed ahmed. Tabey ya nul kalam .private press. 1865.

25. Khan, Syed ahmed. Ahkam taaam ahlay kitab. Kanpur, matba nool kishor. 1868.

26.Khan, Syed ahmed.alquran o hadyo alfurqan. Ali gharh .ali gharh institute gazeet press. 1880

27.Khan, Syed ahmed. Risala der bayan e qadeem deyhi Hindustan. Ali garah .matba scientific society . 1878.

28.Khan, Syed ahmed.silsilatul malook .dehli .sharaf ul mutabay .1852.

29.Arshad, abdur rahseed . Pakistan may taleem ka irtaqa. Lahore .idara tealeemi tahqeeq. 1995.

30.Zubari , Muhammad amen , hayat e moshin . Karachi . All educational conference . 1994.

31.sajjad, muslim ,Op.cit.